80

اتفاق واتحاد کے متعلق اسلامی تعلیم

(فرمودہ ۳۰؍اپریل ۱۹۲۰ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آج میں وہ سلسلہ مضمون شروع کرتا ہوں۔ جس کی تمہید میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس تمہید میں میں نے بتایا تھا کہ جو لوگ صرف الفاظ بولتے ہیں مگر ان پر غور نہیں کرتے۔ وہ ان نہایت عظیم الشان فوائد سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جو ان میں مخفی ہوتے ہیں۔ یہ میری تمہید تھی کہ الفاظ کے اندر جو بات ہوتی ہے۔ وہ صرف حروف تک ہی محدود نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک اور چیز بھی ہوتی ہے۔ جو الفاظ کے پردے میں ہوتی ہے۔ اور اس کا اسی وقت علم ہوتا ہے جب اس پر غور کیا جاتے۔ جب وہ پوشیدہ معنے معلوم ہوتے ہیں۔ اور پوشیدہ اثر محسوس ہوتا ہے۔ اس وقت انسان کو حقیقی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مگر جس وقت تک ان کی تشریح نہ کی جاتے۔ عام طور پر لوگ معلوم نہیں کر سکتے۔ میں نے اس مسئلہ کی تشریح کے لیے تمثیل کے طور پر دنیاوی اور دینی امور کے متعلق بعض باتیں بیان کی تھیں۔ میں نے بتایا تھا کہ یورپ کی ترقی کا راز صرف مسئلہ ارتقاء پر ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ دُنیا کی ہر ایک چیز ترقی کی طرف جا رہی ہے خواہ وہ بظاہر گر ہی رہی ہو، لیکن درحقیقت اس کا قدم ترقی کی طرف ہی اُٹھ رہا ہوتا ہے۔ انسان دن بدن آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے۔ اور ہر قسم کے تغیرات بہتری کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اس مسئلہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ میں نئے سے نئے علوم نکل آتے۔ اسی طرح مذہبی دُنیا کا بھی ایک مختصر سا اصل ہے اور وہ یہ کہ وسطی طریق کو اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ بات مختلف تمدنوں اور اخلاق کے لوگوں میں پائی جائیگی مگر ان لوگوں نے اس سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا، لیکن اسلام نے اس نکتہ کو لیا ہے۔ اور اس کو پھیلا کر اس کی تفصیل پر تمام باتوں کی بنیاد رکھی ہے۔ اور کیوں نہ ہوتا۔ جبکہ اسلام اس خدا کا مذہب ہے۔ جو تمام فطرتوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام جس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے۔ اس کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈال دیتا ہے۔

مثلاً دیکھو یہی اتفاق و اتحاد کا مسئلہ ہے کوئی قوم نہیں جو کہتی ہو کہ اتفاق و اتحاد نہیں چاہیئے۔ دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلے جاؤ۔ تمہیں اتفاق و اتحاد کے حامی ملیں گے۔ بُدھوں کو دیکھو۔ وہ بھی اتفاق کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں عیسائی بھی اتفاق و اتحاد کو اچھی چیز مانتے ہیں غرض دنیا کی ہر ایک قسم کی آبادی میں اسکی ضرورت کو مانا جاتا ہے۔ سیاسی جماعتوں میں بھی۔ تجارت پیشہ گروہوں میں بھی۔ مذہبی لوگوں میں بھی اسکی ضرورت تسلیم کی جاتی ہے۔ لیکن باوجود اتنا زور دینے کے پھر بھی دُنیا میں ایسی جگہ کم نظر آتے گی۔ جہاں اتفاق و اتحاد ہو۔ اس کی یہی وجہ ہے۔ کہ لوگوں نے اتفاق و اتحاد کی تشریح نہیں کی۔ اور نہیں خیال کیا کہ اتفاق و اتحاد ہے کیا چیز؟ اس کے ہونے کے کیا فوائد ہیں اور نہ ہونے کے کیا نقصانات۔ اور یہ حاصل کیونکر ہو سکتا ہے اور اس کے ذرائع حصول کیا ہیں۔ پس دوسرے لوگوں کے نزدیک چونکہ یہ ایک غلط تعریف ہے۔ اس لیے اس کے نتائج بھی غلط نکلتے ہیں۔ جب تک صحیح تعریف اور صحیح ذرائع معلوم نہ ہوں۔ اس وقت نتائج صحیح کیسے نکل سکتے ہیں۔ لیکن اسلام نے اس کی صحیح تعریف اور ذرائع بتاتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو اس میں غلطی نہیں لگنی چاہیئے۔ دوسرے لوگ بوجہ غلطی میں مبتلا ہونے کے اس چیز سے محروم رہیں۔ تو اور بات ہے، لیکن مسلمانوں کو اس سے محروم نہیں رہنا چاہیئے۔

اسلام نے اتفاق کی بنیاد ایمان پر رکھی ہے۔ اور ایمان کی علامت اتفاق ہے۔ غیروں کے لیے اتفاق محض ایک دنیاوی فائدہ کی چیز ہے۔ مگر مسلم کے لیے اس کے ایمان کی تکمیل کے لیے ضروری چیز ہے۔ عیسائی مذہب کے لیے اتفاق کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ عیسائی اتفاق سے ایمانی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ ہاں دنیاوی فائدہ ان کے لیے اس سے ہوتا ہے۔ اگر ایک عیسائی اتفاق نہ کرے۔ تو وہ یہ تو کہے گا کہ اس سے میری دُنیا تباہ ہو رہی ہے، لیکن اس کے مذہب میں اس سے نقص کا کوئی احتمال نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر ہندوؤں میں اتفاق نہ ہو۔ تو وہ اس کو اپنے ایمان کے لیے کوئی نقصان دہ امر نہیں خیال کرینگے۔ بلکہ اتفاق کے نہ ہونے کے نتیجہ میں اپنی دُنیا کے لیے ہی خرابی بتائیں گے لیکن مسلمانوں کے لیے چونکہ قرآن کریم نے ایمان کی لازمی علامت اسے قرار دیا ہے۔ اس لیے اگر ان میں اتفاق نہ ہوگا تو اس سے ان کی دُنیا بھی برباد اور دین و ایمان بھی ضائع ہو جاتے گا۔ چونکہ اتحاد و اتفاق ایمان کی علامت ہے۔ جب علامت ہی نہیں۔ تو کچھ بھی نہیں۔ سورج کے چڑھنے کی علامت یہ ہے کہ روشنی ہو۔ جب تک روشنی نہیں سورج بھی نہیں ہوگا، لیکن باوجود اس کے یہ اتنی اہم ہے ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں یہ چیز نہیں پائی جاتی۔

اب ہم اس پر غور کریں۔ اور اس کے مالۂ اور ماعلیہ کو سوچیں اور دیکھیں کہ یہ ہے کیا چیز۔ اسکی تعریف

کیا ہے؟ اس کے حصول کے کیا ذرائع ہیں۔ جب تک یہ باتیں معلوم نہ ہوں۔ اس پر ایمان کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ پس میں سب سے پہلے اس کی تشریح کو لیتا اور دکھاتا ہوں کہ اتفاق کیا ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے اگر ہمیں یہی معلوم نہ ہو کہ اتفاق ہے کیا چیز۔ تو ممکن ہے۔ اس کی تعریف معلوم نہ ہونے سے پہلے ہم خیال کریں کہ ہم میں اتفاق ہے۔ درآنحالیکہ نہ ہو یا درحقیقت ہو۔ مگر تعریف نہ معلوم ہونے سے ہم کہیں کہ اتفاق نہیں ہے۔ جیساکہ سویا ہوا بچہ جب رونے لگے۔ اور اس کو غیر عورت بھی تھپک دے۔ تو وہ خاموش ہو کر پھر سو جاتا ہے۔ اور خیال کر لیتا ہے کہ میری ماں میرے پاس ہی ہے۔ پس اسی طرح تشریح معلوم نہ ہونے کے باعث ممکن ہے کہ ہم غلطی میں پڑ جائیں۔ یا کسی غیر مکمل بات پر خوش ہو جائیں۔ پس سب سے پہلے اس بات کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ اتفاق و اتحاد ہے کیا چیز۔

اس کے لیے ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم نے اس مطلب کے لیے کونسے الفاظ رکھے ہیں۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ اتفاق و اتحاد کے الفاظ جن معنوں اور مطلب کے لیے ہمارے ہاں استعمال ہوتے ہیں۔ اس مطلب کے لیے قرآن کریم میں اجتماع اور اعتصام بحبل اللہ کے الفاظ مستعمل ہیں۔

عام طور پر ہماری زبان میں اتفاق کا لفظ مِلکر رہنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں اختلاف۔ افتراق۔ تفرقہ۔ شقاق وغیرہ الفاظ ہیں۔ اور قرآن کریم میں جمع ہونے اور ملنے کے لیے اجتماع اور اعتصام بحبل اللہ ہیں۔ مگر اتحاد و اتفاق کے جو اصلی معنی ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ ایک ہو جانا ایک چیز کا دوسری کے بالکل مطابق ہو جانا۔ وفق۔ کہتے ہیں ایک چیز کا دوسری کے ساتھ ایسا مل جانا کہ ایک ہی نظر آئے۔ اسلیئے آدمیوں کا اتفاق یہ ہو گا کہ مل جاتے ایک کی رائے دوسرے سے مل جاتے اور نہ صرف رائے بلکہ نیتیں مل جائیں۔ فوائد مل جائیں۔ یہ اتفاق ہوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دو چیزوں کا ایک بننا ناممکن ہے۔ اتفاق کا مطلب یوں سمجھو کہ جیسے پانی میں کھانڈ ملا دی جاتے کہ ان دونوں چیزوں کو ہم علیحدہ نہیں کر سکتے مگر اس طرح کی بات انسانوں میں پیدا ہونا ناممکن ہے۔

لیکن اس کے مقابلہ میں قرآن کریم نے جو الفاظ رکھے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی روحوں کا ایک مرکز پر جمع ہو جانا۔ جیساکہ اجتماع اور اعتصام بحبل اللہ کے معنی ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں شقاق مرکز سے دُور ہو جانا۔ اختلاف اور تفرقہ کے بھی یہی معنے ہیں کہ فاصلہ پڑ جانا۔ غرض اس مطلب کے لیے بہترین الفاظ وہی ہیں جو قرآن کریم نے استعمال فرمائے ہیں۔

قرآن نے لفظ اجتماع غیروں کے لیے استعمال کیا ہے کہ جو انبیاء اور ان کی جماعتوں کے مقابلہ میں حق کی مخالفت کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور اعتصام بحبل اللہ نیک کاموں کے لیے جمع ہونے

کے متعلق فرمایا ہے۔ اجتماع کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے۔ قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ
(بنی اسرائیل : ۸۹) اس آیت میں دین کے خلاف کوشش کرنے والوں کے لیے اجتماع کا لفظ استعمال
ہوا ہے اور دوسری جگہ نیک کاموں کے لیے جمع ہونیوالوں کے متعلق فرمایا۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ
اللّٰہِ جَمِیْعاً (آل عمران : ۱۰۴) اتفاق واتحاد اپنے اصلی اور وسیع معنوں میں دُنیا میں نہیں ہوسکتا۔
اور یہ حالت کسی جماعت میں پائی جانی ناممکن ہے۔ اگرچہ یہ لفظ عربی زبان میں بھی استعمال ہوتے ہیں مگر
مجاز واستعارہ کے طور پر۔ اور قرآن کریم نے جو لفظ بیان فرماتے ہیں۔ ان میں جیسی خوبی ہے۔ وہ دوسرے
الفاظ میں نہیں ہے کیونکہ ان میں بتادیا گیا ہے کہ انسان کسی حد تک جمع ہوسکتے ہیں بلکہ ان میں یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ لوگوں کے
جمع ہونے کی کیا غرض اور کیا غایت ہے مثلاً اعتصام بحبل اللہ کے الفاظ جو نیکی کیلئے مستعمل ہیں اپنے اندر تمام باتیں رکھتے ہیں۔
اتحاد واتفاق کیا ہے۔ لوگوں کا ہم شکل۔ ہم آواز ہوجانا۔ ان کے اخلاق۔ علوم۔ لباس۔ عادات۔
اُمنگیں۔ عمریں۔ چلنا۔ بیٹھنا۔ غرض کہ ہر بات کا ایک ہوجانا، لیکن تمام دُنیا یا ایک قوم یا ایک ملک کے
لوگوں کا ایسا ہونا تو ایک طرف رہا۔ دو شخص بھی اس قسم کے نہیں مل سکتے، خواہ دو شخصوں میں کتنی ہی
یگانگت ہو۔ پھر بھی ان دونوں میں بہت سی باتوں میں اختلاف ہوگا۔

ایک قد اور ایک عادت۔ ایک رسم کے پابند۔ اور ایک لباس ایک زبان ہونا بالکل ناممکن ہے۔ مذہب
میں بھی یہ بات نہیں ہوسکتی۔ اجمالی طور پر تو ہوسکتا ہے مگر مفصلاً نہیں ہوسکتا۔ اور روحانیات میں بھی
ایک دوسرے میں اختلاف ہوتا ہے۔ ہم صحابہ میں دیکھتے ہیں کہ باوجود بدرجہ انتہا متحد ہونے کے ایسا
اختلاف ان میں بھی تھا۔ پھر خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چھوٹی سے چھوٹی چیزیں میں بھی اختلاف موجود ہے،
مثلاً انسان کا انگوٹھا ہے۔ کتنی چھوٹی چیز ہے۔ مگر کسی انسان کے انگوٹھے کے نشان دوسرے شخص
کے نشان سے ہرگز نہیں ملتے اور خواہ کوئی شخص کتنے ہی فریب کرے اپنے انگوٹھے کے نشان کو نہیں بدل
سکتا۔ پس جب ساری دُنیا میں اختلاف ہے۔ اور خدا کی ساری مخلوق میں اختلاف ہے اور کوئی ایک
چیز دوسری سے ایسی نہیں ملتی کہ ان میں کچھ نہ کچھ فرق نہ رہے۔ تو پھر جس قسم کا لوگ اتفاق چاہتے ہیں
وہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اور ساری دُنیا ایک رنگ میں کیسے رنگی جاسکتی ہے۔ پھر جبکہ اسی اختلاف کی
وجہ سے دُنیا علوم وفنون میں ترقی کررہی ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے۔ جو مختلف قابلیت کے لوگوں
کی قابلیتوں کا اظہار کرتی ہے۔ اسی نے محمد صلعم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنایا۔ اور اسی نے ابوجہل کو ابوجہل
بنایا۔ پس اختلاف تو ترقیات کا زینہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس قسم کا لوگ اتفاق بتاتے ہیں۔ ایسا
نہ ہوسکتا ہے اور نہ کوئی مفید چیز ہے، بلکہ اصل اتفاق کیا ہے۔ یہ کہ ایک مرکز پر جمع ہوجانا اور کچھ

اُصول ہیں جن کو مان لینا۔ اسی کو متفق ہونا کہتے ہیں۔ پس اس تمام گفتگو سے یہ ثابت ہوا۔ کہ ہر ایک بات میں اور ہر ایک رنگ میں ایک ہو جانا ناممکن ہے۔ لیکن ایک خاص مرکز پر کسی خاص مقصد کے لیے جمع ہو جانا ممکن ہے۔ اور اسی جمع ہونے کو اتفاق یا بالفاظ دیگر اعتصام بحبل اللہ کہتے ہیں۔ اور یہ ایک اتفاق کی صورت ہے۔ پس آج میں نے یہ بتایا ہے کہ اسلام کے نزدیک کسی مقصد کے لیے لوگوں کا جمع ہو جانا اتفاق ہے۔ اور وہ مقصد خدا اور خدا کی حبل سے تعلق ہے۔ آج میں باقی مضمون کو چھوڑتا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ بتاؤنگا اور اس کی تشریح کرونگا کہ اس کے حصول کے ذرائع اور اتفاق کی عملی صورتیں کیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان باتوں کو سمجھ کر ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔" آمین۔

(الفضل ۲۷ر مئی ۱۹۲۰ء)